باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

نقشِ حیات

سیدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

قدس اللہ سرہٗ العزیز

جلد دوم

شائع کردہ

مکتبہ دینیہ دیوبند

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ

نقشِ حیات

خود نوشت سوانح حیات

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی

جلد دوم

وہ قابل قدر بیش بہا مستند تاریخی مجموعہ جس میں اسلامی ریاستوں پر دُول یورپ کی مسلسل یورشیں ۔ استخلاص وطن کے متعلق حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کا فتویٰ ۔ حضرت سید احمد صاحب شہید کا جہاد حریت ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علماء اور مشائخ اسلام کا حصہ ۔ ریشمی خطوط کی تحریک یعنی شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی انقلابی تحریک، اُس کے رفقاء کار ۔ ہندوستان اور افغانستان میں اُس کے اثرات و نتائج ۔ اسارت مالٹا ۔ مقدمہ کراچی وغیرہ وغیرہ یعنی انیسویں اور بیسویں صدی میں اسلامی سیاسیات ۔ اُس کے تقاضوں، ردعمل اور پس منظر پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے

ناشر

محمد اسعد خلف حضرت مصنف مدظلہ العالی

مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی

قیمت مجلد للعہ غیر مجلد ہے

میں جنم لیا۔ حضرت سید صاحب اور آپ کے رفقائے کار نے اپنی نواہائے آتشیں سے تمام ملک میں آگ لگا کر ایک ایسی بڑی جمعیت پیدا کر لی جو ملک کو ہر قسم کے شر و فساد اور ظلم و جور سے پاک و صاف کر دے۔ اور مسلمان دوسرے اربابِ مذہب کے ساتھ عزت و خودداری کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔ یہ زمانہ پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کا تھا۔ سید صاحب کو مسلسل اطلاعات پہونچ رہی تھیں کہ مہاراجہ کی حکومت میں مسلمانوں پر ناگفتنی مظالم ہو رہے ہیں اُن کے شعائرِ مذہبی کی علانیہ توہین ہو رہی ہے اور عرصہ حیات اُن پر تنگ کر دیا گیا ہے۔ آپ نے اپنے خلیفہ مولانا اسمٰعیل شہید کو ان واقعات کی تحقیق کے لئے پنجاب روانہ کیا اور آخر جب اُنہوں نے چشم دید حالات دیکھنے کے بعد ان واقعات و مظالم کی تصدیق کر دی تو آپ نے پنجاب کا رُخ کر دیا۔

جہاد کا مقصد

لیکن اس جہاد سے سید صاحب کا مقصد ملک گیری یا اور کوئی دنیوی منفعت بالکل نہیں تھا۔ چنانچہ اپنے خطوط اور خطبات و مواعظ میں آپ بار بار اس کا تذکرہ فرماتے تھے۔

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری جو حضرت سید صاحب کے نہایت مستند سوانح نگار ہیں لکھتے ہیں۔

کہ ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں سید صاحب نے صاف صاف فرمایا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام پر ظلم کرتے، اور اذان وغیرہ مذہبی فرائض ادا کرنے میں مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آجائیں گے تو ہم کو اُن سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

(سوانح احمدی صفحہ ۷۰)

ہندوستان کی یہ بہت بڑی بدقسمتی تھی کہ سید صاحب کو مسلمانانِ پنجاب کی حد درجہ پامالی و زبوں حالی کے باعث مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بالمقابل صف آرا ہونا اور آخر معرکہ بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ ورنہ اصل یہ ہے کہ سید صاحب کا مقصد ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط و اقتدار سے نجات دلانا تھا۔ انگریز خود اسے محسوس کرتے تھے اور اس تحریک سے بڑے خوفزدہ تھے اسی بنا پر جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے

مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔

سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے۔ اس بناء پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور اُس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی۔ اس سے آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سرحد سے ریاست گوالیار کے مدار المہام اور مہاراج دولت رائے سیندھیا کے وزیر و برادر نسبتی راجہ ہندو راؤ کو آپ نے جو خط تحریر فرمایا ہے وہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ اس سے آپ کے اصلی عزائم اور ملکی حکومت کے متعلق آپ کے نقطۂ نظر پر روشنی پڑتی ہے۔ ہم اس خط کو اُس کی اہمیت کی وجہ سے بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

(از کتاب مسلمانوں کے تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہونچا صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۴ مصنفہ مولانا سید ابوالحسن صاحب ندوی)

"برائے عالی روشن و مبرہن است کہ	جناب کو خوب معلوم ہے کہ پردیسی سمندر
بیگانگاں بعید الوطن ملوک زمین و زماں گردیدہ	پار کے رہنے والے دنیا جہاں کے تاجدار،
و تاجران متاع فروش بپایۂ سلطنت رسیدہ	اور یہ سودا بیچنے والے تاجر سلطنت کے
امارت امرائے کبار و ریاست رؤسائے	مالک بن گئے ہیں۔ بڑے بڑے امیروں کی
عالی مقدار برباد نمودہ اند و عزت و اعتبار	امارت اور بڑے بڑے اہل حکومت کی حکومت اور انکی
ایشاں بالکل ربودہ۔ چوں اہل ریاست	عزت کو انہوں نے خاک میں ملا دیا ہے۔ جو حکومت و
و سیاست در زاویہ خمول نشستہ اند ناچار	سیاست کے مرد میدان تھے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، اس لئے
چندے از اہل فقر و مسکنت کمر ہمت بستہ ایں جماعت	مجبوراً چند غریب بے سر و سامان کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہوگئے
ضعفاء محض بنا بر خدمت دین رب العالمین	اور محض اللہ کے دین کی خدمت کیلئے اپنے گھروں سے نکل آئے یہ اللہ کے
ہرگز ہرگز از دنیاداران جاہ طلب نیستند محض	بندے ہرگز دنیادار اور جاہ طلب نہیں ہیں محض اللہ کے
بنا بر خدمت دین رب ذوالجلال برخاستہ اند	دین کی خدمت کے لئے اٹھے ہیں مال و

نہ بنا بر طمع مال و منال وقتے کہ میدان ہندوستان از بیگانگاں دشمناں خالی گردیدہ و تیر سعی ایشاں بر ہدفِ مراد رسیدہ آئندہ مناصب ریاست و سیاست بطالبین آں سلم یاد و بیخ شوکت و سطوت ایشاں محکم شود و ایں ضعفا را از رؤساء کبار و عظماء عالی مقدار ہمیں قدر مطلوب است کہ خدمتِ اسلام بجان و دل کنند و بر مسندِ مملکت متمکن شوند۔"

دولت کی ان کو ذرہ برابر طمع نہیں جس وقت ہندوستان ان غیر ملکی دشمنوں سے خالی ہو جائیگا اور ہماری کوششوں کا تیر مراد کے نشانوں تک پہونچ جائے گا۔ حکومت کے عہدے اور منصب ان لوگوں کو ملیں گے جنکو انکی طلب ہوگی اوران (ملکی) حکام و اہلِ ریاست کی شوکت و قوت کی بنیاد مستحکم ہوگی۔ ہم کمزوروں کو والیانِ ریاست اور بڑے بڑے سرداروں سے صرف اسی بات کی خواہش ہے کہ جان و دل سے اسلام کی خدمت کریں اور اپنی مسندِ حکومت پر برقرار رہیں۔

ریاست گوالیار کے ایک مسلمان عہدہ دار غلام حیدر خاں کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"دریں صورت مناسب وقت چناں می نماید کہ ریاست پیرائے سیاست آرائے عظمت نشاں راجہ ہندو رائے را ایں معنی بفہمانند کہ اکثر بلاد ہندوستان بدست بیگاں افتادہ و ایشاں ہر جا بنیاد و آئین ظلم و جور نہادہ ریاست رؤساء ہندوستان برباد رفتہ کسے تاب مقاومت ایشاں نمی دارد بلکہ ہر کس ایشاں را آقائے خود می شمارد و چوں رؤساء کبار از مقابلہ ایشاں نشستند لاچار چند کس از ضعفائے بے مقدار کمر بستند۔ پس دریں صورت رؤسائے عالی مقدار را لازم چنانکہ بر مسند ریاست سالہا سال متمکن ماندہ اند بالفعل در اعانت ضعفاء مذکورین

ایسی صورت میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ سردار والاقدر راجہ ہندو رائے کے یہ مضمون ذہن نشین کریں کہ ملک ہندوستان کا بڑا حصہ غیر ملکیوں کے قبضہ میں چلا گیا اور انہوں نے ہر جگہ ظلم و زیادتی پر کمر باندھی ہے۔ ہندوستان کے حاکموں کی حکومت برباد ہوگئی کسی کو ان کے مقابلہ کی تاب نہیں بلکہ ہر ایک ان کو اپنا آقا سمجھنے لگا ہے چونکہ بڑے بڑے اہلِ حکومت ان کا مقابلہ کرنیکا خیال ترک کر کے بیٹھ گئے ہیں اس لئے چند کمزور بے حقیقت اشخاص نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اس صورت میں ان بڑے سرداروں کے لئے مناسب یہی ہے جو سالہا سال سے اپنی مسند ریاست پر متمکن چلے آئے ہیں کہ اس وقت ان کمزوروں کی ہر طرح امداد

مساعی بلیغہ بجا آرند و آں را باعثِ استحکام بنیان ریاست خود شمارند۔ کریں اور اس بات کو اپنی حکومت کے استحکام کا باعث سمجھیں۔

(مجموعہ خطوط قلمی صفحہ ۱۲)

حضرت سید صاحب (مرحوم) کے ان خطوط کو غور سے پڑھنے کے بعد تجزیہ کیجئے تو حسبِ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) آپ انگریزوں کو "بیگانگاں بعید الوطن" اور پردیسی سمجھتے تھے اور ان کے استیلاد و تغلب سے تنگ آکر ان سے لڑنے کا عزم رکھتے تھے۔

(۲) آپ ہندوستان کو اپنا ملک اور وطن سمجھتے تھے۔

(۳) جہاد سے آپ کا مقصد خود اپنی حکومت قائم کرنا ہرگز نہیں تھا بلکہ دین رب العالمین کی خدمت تھا۔

(۴) ہندوؤں سے اختلافِ مذہب کی بناء پر آپ کو پرخاش تو کیا ہوتی آپ کمپنی کے ہاتھوں مظلومیت و پامالی میں ہندو اور مسلمان دونوں کو یکساں شریک جانتے تھے اور جہاد سے آپ کی غرض دونوں کو ہی اجنبی اقتدار کی مصیبت سے نجات دلانا تھا۔

(۵) کامیاب ہونے کے بعد ہندوستان میں ملکی حکومت کا نقشہ کیا ہوگا اس کا فیصلہ آپ طالبین مناصبِ ریاست و سیاست پر چھوڑتے ہیں۔ مگر ہندوؤں کو یہ اطمینان ضرور دلاتے ہیں کہ وہ سید صاحب کی کوششوں کو اپنی ریاست کی بنیاد کے مستحکم ہونے کا باعث سمجھیں اور پھر سید صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکتِ جنگ کی دعوت دینا اور اپنے توپ خانہ کا افسر راجہ رام راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریکِ حکومت بنانا چاہتے تھے۔

بیشک سید صاحب جگہ جگہ اعلاء کلمۃ اللہ اور دین رب العالمین کی خدمت کا ذکر کرتے اور اسی کو اپنی مساعی کا محرک بتاتے ہیں لیکن آپ یہ خوب سمجھتے تھے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ صرف یہ ہی نہیں ہے کہ ایک فرقہ وار گورنمنٹ قائم کیجائے۔ اور خود حاکم بن کر دوسرے برادرانِ وطن کو اپنا محکوم بنایا جائے بلکہ اس کا سب سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ برادرانِ وطن کو سیاسی اقتدار میں اپنا شریک کر کے

اسلامی فضائل اخلاق سے ان کے دلوں کو فتح کیا جائے۔ اقلیت اور اکثریت کے مسئلہ کی کوئی پیچیدگی آپ کے ذہن میں نہیں تھی۔ کیونکہ آپ کے نزدیک یہ دونوں بے حقیقت چیزیں تھیں جو اپنے عمل میں سب سے زیادہ پرجوش، فداکار، سرگرم اور مخلص و دیانت دار ہوگا۔ امامت اور لیڈرشپ اُسی کے ہاتھ میں رہے گی۔ خواہ اقلیت کے فرقہ سے تعلق رکھے یا اکثریت کے فرقہ سے۔ قرآن مجید کی آیت۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة　　(کتنی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں ہیں جو بڑی ٹکڑیوں پر غالب آجاتی ہیں) آپ کے لئے مشعل راہ تھی۔ اقلیت میں ہونے کا خوف و ہراس اور وسوسہ و اندیشہ صرف اُسی شخص یا گروہ کو ہو سکتا ہے جو سست عمل، کمزور اور سبک مایہ ہو اور جو اپنے بچاؤ کے لئے خارجی قلعہ بندیوں کا محتاج ہو۔

(البرہان ۲۷ جلد ۲۱ صفحہ ۱۸ تا ۱۹)

مذکورہ بالا اقتباس سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے۔

(الف) یہ تحریک آزادی علماءِ ہند کے ہاتھوں　انیسویں صدی کے ابتدائی حصہ سے شروع ہوئی اور اس کی سنگ بنیاد رکھنے والے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور اُن کے خاندان کے لوگ اور ان کے شاگرد اور مریدین ہیں۔

(ب) اس تحریک میں فرقہ واریت اور مذہبی تنگدلی کا نام نہ تھا بلکہ تمام ہندوستان اور اُس کے باشندوں کو بدیشی مظالم سے جو کہ تمام ملک کو برباد کر رہے تھے نجات دلانا تھا۔

(ج) اس تحریک میں غیر مسلموں کو بھی شریک کیا گیا تھا۔ اور اُن کو بلایا گیا تھا۔

(د) سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بناء پر نہیں تھی بلکہ اس بناء پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف اور مددگار تھے۔ انگریزوں نے اُن کو ہندوستان میں اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے افغانستان کے راستہ میں آہنی دیوار اور سدِ سکندری بنایا تھا اس لئے انکا قلع قمع کرنا لازم تھا اس کے علاوہ وہ بے پناہ مظالم بھی مرتکب تھے جن کا وہ انتہائی بربریت کے ساتھ ارتکاب کر رہے تھے۔

(ہ) اس تحریک کا مقصد دنیاوی مفاد، ملک گیری، خود غرضی، عہدوں اور منصوبوں کا حاصل کرنا، کسی قوم کو غلام بنانا، ان کی دولت اور ذرائع دولت کو ہتھیانا ہرگز نہ تھا بلکہ محض خدا کی ہندوستانی عام مخلوق کو

یوروپین سپید بھیڑیوں اور ان کے حلفا کی لوٹ مار، چیر پھاڑ، تذلیل و توہین وغیرہ سے بچانا تھا جو کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا عظیم ترین مقصد ہے۔ عدل و انصاف، امن و اماں، انسانی ہمدردی، غربا پروری، کمزوروں کی امداد اسی مقصد اعلےٰ کے پھل پھول اور شاخیں ہیں۔

(و) یہ تحریک شخصی یا کسی فرقہ کی حکومت، فسطائیت کے لئے نہیں عمل میں لائی گئی تھی بلکہ حقیقی جمہوریت اس کا مطمح نظر تھا۔

الحاصل دار الحرب بنجانے کے فتوی مذکورہ کے بعد اُس کے فرائض کی انجام دہی میں غور و خوض شروع ہوا حضرت شاہ صاحب مرحوم اور اُن کے خاندانی حضرات اور تلامذہ اور مریدین باخلاص میں گفت و شنید بحث و تمحیص ہونی ضروری تھی۔ اُس کے بعد عام مسلمانوں کو ساتھ لینے اور اس فریضہ کی انجام دہی کے عمل میں لانے کی تدبیریں سوچی گئیں۔ اور ضروری سمجھا گیا کہ عام مسلمانوں کو فریضہ مذکورہ کی دعوت دیجائے مگر جب تک مدعوین کے کیرکٹر اور اخلاق و اعمال میں استقامت اور استقلال، خدا ترسی اور اخلاص وغیرہ اعلےٰ ترین اخلاق پیدا نہ ہوں تو مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر بغیر ان کے اقدام کیا گیا تو بجائے نفع ضرر کا سخت اندیشہ[1] ہے۔ اس لئے ملک میں دورہ کرنا، ہر جگہ وعظ و نصیحت اور تبلیغ و تفہیم سے لوگوں کے عقائد و اخلاق و اعمال کو درست کرنا اور ان سے عہد و میثاق لینا کہ وہ اللہ تعالےٰ اور رسول علیہ السلام کی سچی اور پکی تابعداری کریں گے۔ چوری، زنا، ناحق قتل کرنا، لوگوں پر بہتان باندھنا وغیرہ تمام بڑے بڑے گناہوں سے دور رہیں گے[2] ضروری سمجھا گیا۔ اور اس کام کے لئے حضرت سید احمد صاحب بریلوی مرید و خلیفہ خاص حضرت شاہ عبد العزیز صاحب اور اُن کے بھتیجے شاہ محمد اسمٰعیل صاحب اور داماد و بھتیجے مولانا عبد الحی صاحب مرحومین کو منتخب کیا گیا۔ اول الذکر کو سب کا سردار اور رہبر دو بزرگوں کو جو کہ بحکم حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سید صاحب کے مرید بھی ہو گئے تھے ان کا

---

[1] کیونکہ تہذیب اخلاق اور مصالح جذبات کے بغیر جو جنگ و جدال ہوگا وہ جہاد نہ ہوگا بلکہ فساد اور ڈاکہ زنی ہوگی خلقت کی آبادی اور امن کی صورت نہ ہوگی بلکہ بربادی اور ظلم و ستم کا بازار گرم ہوگا۔

[2] یہی مفہوم مرید کرنے کا ہے انہیں باتوں کے عہد و پیمان لینے کو مرید کرنا کہا جاتا ہے۔